داستان یوسف۔ سبق آموز پہلو

پروفیسر ابو مسعود حسن علوی

قصص کے معنی لغت میں متابعت کے ہیں یعنی کسی چیز کی دریافت کے لئے پیچھے چلنا' اگر اسے مصدر پر حمل کیا جائے' تو اس کے معنی ہوں گے نحن نقص علیک احسن الاقتصاص یعنی احسن البیان اس صورت میں احسن کا تعلق بیان سے ہوگا نہ کہ قصہ سے یعنی یہ بیان فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے حد اعجاز تک پہنچا ہوا ہے اگرچہ یہ قصہ سابقہ کتب تواریخ میں بھی مذکور ہے لیکن جس طرح اس سورہ میں اسے احسن البیان کے ساتھ بیان کیا ہے اس کی کہیں مثال نہیں مل سکتی اور اگر احسن القصص میں قصص کو مفعول قرار دیا جائے تو اس سے وہ امور حکمت و عبرت اور نکات بدیعہ اور عجائبات غریبہ مراد ہونگے جو کسی اور قصہ میں نہیں پائے جاتے ظاہر ہے کہ اس لحاظ سے اس بیان کردہ قصہ کو احسن کہا گیا ہے۔ اس میں انبیاء سابق' ملائکہ عورتوں کے میکدات' توحید' سیرت' سیاست' تدبیر مملکت 'عفو و کرم' حسن مباشرت' تدبیر معاش و معاد' حسن عاقبت' ایثار و علو ہمت' اخلاص فی اللہ' حاسد و محسود' مالک و مملوک' شاہد و مشہود' دین و دنیا کی اصلاح' قید و خلاص' حضب وجدب وغیرہ امور کا ذکر اس حسن و خوبی کے ساتھ کیا گیا ہے کہ فی الحقیقت یہ احسن القصص ہے۔

در اصل یہ قصہ ایک واقعہ نہیں بلکہ موعظت و بصیرت کا ایک مجموعہ' قوت ایمانی' استقامت' ضبط نفس' صبر و شکر عفت و دیانت و امانت' عفو و درگزر' جذبہ حق پرستی و اعلائے کلمتہ الحق' تقوی اور طہارت نفس کا ایک بے مثال مرقع ہے۔

قرآن حکیم کوئی قصہ یا داستان گوئی کی کتاب یا اشخاص و اقوام کی محض تاریخی واقعات کا مرقع نہیں وہ جن واقعات کو بیان کرتا ہے اس کے سامنے صرف ایک مقصد ہوتا ہے جو عبرت و موعظت اور تذکیر و پند ہے۔

چونکہ قرآن مجید ایک کتاب ہدایت ہے نہ کہ کوئی تاریخی داستان اس لئے قرآن میں کسی بھی پیغمبر کا قصہ تسلسل سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ تاثر اور عبرت کے لئے قصص کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ علیہم السلام کے حالات متفرق سورتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن حضرت یوسف کا یہ قصہ اس سورہ میں یکجا تسلسل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے قصص سے بالکل جداگانہ اور مختلف نوعیت کا قصہ ہے۔

احسن القصص کی چند خصوصیات

۱۔ پاکیزگی نفس کی بہترین مثال

ذَالِکَ لِیَعْلَمَ اَنِّی لَمْ اَخُنْہُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ○ وَمَا اُبَرِّیُٔ نَفْسِی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○

یوسف نے کہا یہ اس واسطے کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور اللہ دغا بازوں کا فریب کامیاب نہیں کرتا اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا بے شک نفس سکھلاتا ہے برائی مگر یہ کہ رحم کرے میرا پروردگار، بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ یوسف۔ ۵۳)

حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت نفس اور عصمت کی اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ متعلقہ تمام اشخاص عزیز مصر کی بیوی، زنان مصر، عزیز کی بیوی کا رشتہ دار گواہ، عزیز کا اقرار، یوسف اعرض عن هذا عزیز مصر کا اپنی بیوی کو کہنا **وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِکِ اِنَّکِ کُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِیْنَ** -۲۹)

یوسف اس بات کا خیال نہ کر اور اے بیوی تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ بے شک خطا تیری ہے۔

عزیز کی بیوی کا اعتراف، **اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ** (یوسف۔۵۱)

اب حق ظاہر ہو چکا ہے میں نے ہی اس کو اپنے نفس کے لئے پھسلایا تھا اور بلاشبہ وہ سچا ہے۔

۲۔ یقین کامل کا عظیم نمونہ : حضرت یوسف علیہ السلام کی تمام زندگی ایمان باللہ اور یقین محکم کا کامل نمونہ ہے۔

بچپن میں کنویں میں ڈالا جانا، مصر میں فروخت ہونا، عزیز مصر کی بیوی کی فریفتگی، قید و بند کی زندگی، عزیز مصر کی بیوی اور زنان مصر کا آپ کی عصمت کا اعتراف، عزیز مصر کے عہدہ پر فائز ہونا، قحط سالی میں لوگوں کے ساتھ حسن سلوک، بھائیوں کی خطا کا معاف کرنا الغرض آپ کی تمام زندگی یقین محکم اور ایمان باللہ کا ایک کامل نمونہ پیش کرتی ہے۔

۳۔ ابتلاء و آزمائش میں بے مثل استقامت۔ عزیز مصر کی بیوی اور زنان مصر کی ترغیبات پر کف نفس۔ قید و بند کے مصائب پر صبر ہر موقع پر اور ہر حال میں اللہ کی طرف دھیان۔

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ(۳۳) اے میرے پروردگار میرے لئے قید خانہ زیادہ پسندیدہ ہے
بہ نسبت اس کے کہ جس کی طرف یہ مجھے دعوت دیتی ہیں۔

۴۔ تعلق باللہ کا رسوخ۔ قید و بند کی حالت میں بھی دعوت و تبلیغ کی طرف رجوع۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ(۳۹)

میرے قید خانہ کے رفیقو بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے ہیں یا ایک خدائے یکتا
و غالب

۵۔ دیانت و امانت کی عظیم مثال۔ عزیز مصر کی بیوی کی دعوت پر حضرت یوسفؑ کا کہنا۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (۲۳)

کہا اللہ پناہ میں رکھے وہ یعنی تمہارے میاں تو آقا ہیں انہوں نے مجھے
اچھی طرح رکھا ہے میں ایسا ظلم نہیں کر سکتا بے شک ظالم لوگ فلاح
نہیں پائیں گے۔

بادشاہ کا حضرت یوسفؑ کو امین کے لقب سے پکارنا

قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ○ (۵۴)

کہا کہ آج سے تم ہمارے ہاں صاحب منزلت اور صاحب امانت ہو۔

۶۔ خود اعتمادی۔ قید خانہ میں بادشاہ کی طرف سے رہائی کے پیغام پر حضرت یوسف کا پر وقار جواب۔

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ
قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ○ (۵۰)

پس جب قاصد ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس
واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے بے
شک میرا پروردگار ان کے مکروں سے خوب واقف ہے۔

۷۔ صبر و استقامت کا عظیم الشان مظاہرہ۔ قرآن کریم میں ستر سے زیادہ مقامات پر صبر کی فضیلت کا بیان' دین و دنیا کی تمام کامرانیوں کا صبر و استقامت پر انحصار' حضرت یوسف کی پوری زندگی صبر و رضا کی بہترین مثال۔

ا۔ بھائیوں کی ایذا رسانی پر صبر۔ (ب) غلامی کی حالت میں صبر و شکر کا مظاہرہ

ج۔ عزیز مصر اور زنان مصر کی ترغیب پر صبر و ثبات نفس۔

(د) ہر قسم کے حالات میں صبر و قناعت کا اظہار۔

ہ۔ بھائیوں کے اظہار ندامت پر وسعت قلبی سے کام لینا اور فرمایا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ(۹۲)۔ آج

کے دن تم پر کچھ ملامت و عتاب نہیں۔

و۔ منعم حقیقی کی شکر گزاری۔

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ○(۱۰۱)

یوسف نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا اے میرے پروردگار تو نے مجھے حکومت سے نوازا اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کار ساز ہے تو مجھے دنیا سے اپنی اطاعت کی حالت میں اٹھائیو اور آخرت میں اپنے نیک بندوں میں داخل کیجیو۔

دور حاضر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے طریقوں کا انطباق

دور حاضر سراسر انتشار، ذہنی پراگندگی، عدم یقینی، خواہش پرستی، بے دینی اور مادی ترقی کے انتہائی عروج کا دور ہے آج کا یہ دور مصر کے قدیم دور سے بہت سی باتوں میں مطابقت رکھتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا مصر اپنی مادی ترقی کے لحاظ سے ایک متمدن ملک تھا لیکن علم الٰہی اور دین و حکمت سے سراسر بے گانہ اور اجنبی تھا ہمارا آج کا دور بھی مصر کے دور کا ایک چربہ ہے جس طرح ایک بدوی گھرانے کا ایک فرد مصر میں ایک غلام کی حیثیت میں پہنچتا ہے لیکن اپنے روحانی فیض کردار کی پختگی اور حق پرستی سے اس ملک کی حالت میں زبردست تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔

دور حاضر میں تبدیلی لانے کے لئے ایسے ہی صاحب کردار، کوہ ثبات و استقلال بندہ مومن کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے کردار کی پختگی اخلاقی اور ایمان قوت سے دور حاضر کے انسان کو ذہنی انتشار اور اخلاقی پستی سے نجات دلا کر انسانیت کی بلندی کی طرف لے جانے کے لئے رہنما ثابت ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کو پیش نظر رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آج بھی راست بازی، صبر و استقلال، حق پرستی اور خلوص کی قوتوں سے دور حاضر کی تمام خرابیوں کا انسداد کیا جا سکتا ہے اور آپ کی سیرت دور حاضر کی خرابیوں سے عہدہ برآمد ہونے کے لئے ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔

دور حاضر اخلاقی لحاظ سے انتہائی پستی اور ذلت میں مبتلا ہے عریانی فحاشی اور حیوانی جذبات کا معاشرہ شکار ہے اور ہر طرف ہوس ناکی کا دور دورہ ہے دور حاضر کا سب سے بڑا فتنہ شہوت پرستی، ہوس اور خواہشات نفسانی کا غلبہ ہے۔ آج مشرق و مغرب ہر کہیں انسان حیوانی خواہشات کا غلام بن چکا ہے ان

مذموم خواہشات سے بچنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی ہمارے لئے ایک عظیم مثال اور نمونہ پیش کرتی ہے ایک صاحب اقتدار دارائے مال و جمال مصر کی حسین ترین عورت جس کے گھر میں یوسف علیہ السلام ایک غلام و محکوم کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں اس عورت کی والہانہ فریفتگی' زبردست اصرار' بے پناہ ترغیبات و تربیبات پھر آپ کا بھرپور جوانی کا زمانہ ان ترغیبات کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا مال و دولت' عیش و تنعم اور حسن و جمال کو ٹھکرانا طہارت نفس اور عصمت پر قابو رہنا اور پھر عزیز مصر کی بیوی کی انتقامانہ دھمکی کی پرواہ نہ کرنا زنان مصر کی عشوہ طرازیوں کو نظرانداز کرنا اور اس کی بجائے قید و بند کی زندگی کو ترجیح دینا جیسے کہ فرمایا۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ○

اے رب مجھے زندان زیادہ پیارا ہے اس کام سے جدھر وہ بلاتی ہے اور اگر تو نے ان کے چلتروں کو مجھ سے دور نہیں کریگا تو میں بھی ادھر مائل ہو جاؤں گا اور پھر جاہلوں میں سے ایک جاہل بن جاؤں گا۔ (۳۳)

پاکیزگی نفس' طہارت اخلاق کی اس سے بڑھ کر کہیں مثال نہیں ملتی اس مثال کو پیش نظر رکھ کر دور حاضر کی ان حیوانی خواہشات کی لعنتوں سے نجات پائی جا سکتی ہے۔

دور حاضر کا انسان حسد' جذبہ انتقام' تنگ نظری' ہوس اقتدار وغیرہ سفلی جذبات میں غرق ہے اور اس کے بالمقابل عفو و درگزر' ایثار و ہمدردی کے جزبات عالیہ سے روگردانی اختیار کر کے انسانیت کے ان اعلی اقدار سے یکسر بیگانہ ہو چکا ہے اس سلسلہ میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی سے ہم بہترین رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

آج کا انسان علم و اخلاق اور عقل و شعور کی تمام حدود کو پھلانگ کر ایک ایسا حیوان بن چکا ہے کہ اپنی حیوانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کسی بھی اخلاقی رکاوٹ کو در خور اعتنا نہیں سمجھتا اس امر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی سے رہنمائی حاصل کر کے معاشرہ کی تطہیر کی جا سکتی ہے۔

دور حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ صبر و تحمل کا فقدان اور حالات و واقعات سے عدم توافق کا ہے ہر آدمی کو زندگی میں مختلف قسم کے نشیب و فراز سے گزرنا پڑتا ہے کامیاب زندگی کے لئے ضروری ہے کہ جس قسم کے حالات در پیش آئیں صبر و تحمل اور حوصلہ مندی کے ساتھ ان کا سامنا کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی ہمارے لئے ایک بہترین مثال ہے۔

کنویں میں ڈالے جانے' سوداگران مصر کے ہاتھوں فروخت ہونے اور پھر عزیز مصر کے گھر میں ایک غلام کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے' ان سب واقعات پر غور کیجئے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ ان میں ہر

قسم کے حالات سے سمجھوتہ کرلیتے ہیں اور اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ عزیز کی نگاہ میں آپ کی توقیر بڑھ جاتی ہے چنانچہ اسے اپنی بیوی سے کہنا پڑتا ہے۔ اکرمی مثوٰہ عسٰی ان ینفعنا او نتخذہ ولدا (۲۱)(اسے عزت سے ٹھہرا ممکن ہے کہ یہ ہم کو نفع دے جائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں)

اسی بنا پر اللہ تعالی نے سرزمین مصر میں عزت و تمکنت عطا فرمائی ارشاد ہے۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِى الْاَرْضِ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ (۲۱)

اور یوں ہم نے یوسف کو ملک مصر میں قدرت عطا کی اور اس لئے بھی کہ ہم اسے احادیث کی تاویل سکھائیں اور اللہ تو اپنے کام پر غالب ہے مگر لوگ ہیں جو اسے نہیں سمجھتے۔

بھائیوں نے حسد کی بنا پر آپ کو کنویں میں ڈالا اور فروخت کیا۔ زمانہ قحط میں بھی بھائی حصول غلہ کے لئے جب مصر آتے ہیں تو بنیامین کے سامان سے شاہی پیالہ کے برآمد ہونے پر مزید اتہام سے کام لیتے ہوئے عزیز کے سامنے کہتے ہیں کہ اس سے قبل اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی۔ بھائیوں کے اس روش کی باوجود آخرکار جب وہ اس کے دربارہ میں اپنی حالت زار کو بیان کرتے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے آپ کو ظاہر کردیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

اَنَا يُوسُفُ وَهٰذَا اَخِى قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۝(۹۰)

میں یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے خدا نے ہم پر احسان کیا ہے۔ بے شک جو کوئی تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالی محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

اس پر بھائیوں کو بے اختیار کہنا پڑا۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ۝ (۹۱) بخدا اللہ تعالی نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے ہم تو ضرور خطا کار ہیں۔

بھائیوں کے اعتراف جرم پر حضرت یوسف علیہ السلام ان کی تمام خطاؤں کو معاف کردیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝ (۹۲)

آج تم پر کچھ گرفت نہیں خدا تمہیں معاف فرمائے وہ تو سب رحم کرنے

والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

عفو و درگزر اور فراخ حوصلگی کی یہ مثال دور حاضر کی تنگ نظریوں اور تعصبات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک بہترین نمونہ بن سکتی ہے۔

زنان مصر اور امراۃ العزیز کے اعتراف اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بریت کے بعد بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کرتا ہے اور کہتا ہے

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ (۵۴)

اب تحقیقات کے بعد بادشاہ نے کہا تم آج سے ہمارے پاس عزت و حفاظت سے رہا کرو گے۔

اس عظیم مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ملک قحط سالی کی لپیٹ میں ہے اور اس مصیبت عظمیٰ سے بچانے کے لئے ایسے مدبر کی ضرورت ہے جو باخبر' حفیظ اور امانت دار ہو چنانچہ انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اس کام کے لئے خود اپنے آپ کو پیش کیا اور بادشاہ سے کہا:

اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (۵۵)

یوسف علیہ السلام نے کہا کہ مجھے ملک کے خزانوں کا نگران بنا دیجئے میں حفیظ و امین ہوں

چنانچہ حضرت یوسفؑ نے "حفیظ و امین" ہونے کی وجہ سے ملک کو قحط کی تباہ کاری سے بچا لیا۔

آج دنیا کی آبادی کا بہت بڑا حصہ قحط' غربت' بیماری' بے سروسامانی اور کسمپرسی کا شکار ہے۔ ان حالات سے عہدہ برآمد ہونے کے لئے حضرت یوسفؑ کی سیرت سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

تعلق باللہ اور تقویٰ کے بغیر حق و صداقت پر قائم رہنا دشوار ہو جاتا ہے حضرت یوسفؑ کی زندگی اس امر کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے آپ نے اپنی پوری زندگی میں اللہ کی ذات کو پیش نظر رکھا کنویں میں ڈالے جانے' عزیز مصر کے ہاں قیام کے دوران امراۃ العزیز کی ترغیب معصیت کے وقت' قید و بند کے دوران' شاہی تقرب اور سلطنت کے کاروبار کے مختار کل ہونے' بھائیوں کی خطاؤں کو معاف کر دینے الغرض زندگی کے تمام امور میں ہر وقت تعلق باللہ اور تقویٰ کو پیش نظر رکھا۔

آج کے دور میں حضرت یوسف علیہ السلام کے طریقہ کے مطابق تعلق باللہ اور تقویٰ اختیار کر کے موجودہ تمام خرابیوں سے عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے۔